Click here to Zoom level choice!

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی مدظلہ تعالیٰ

پاکستان کے ممتاز روحانی اسکالر اور سلسلہ عالیہ عظیمیہ کے خانوادہ مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی 17 اکتوبر 1927ء بروز پیر بمقام قصبہ پیرزادگان ضلع سہارنپور (یوپی) بھارت میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد محترم کا نام حاجی انیس احمد انصاریؒ تھا اور والدہ ماجدہ کا نام امت الرحمٰن تھا۔ آپ بڑی نیک اور زاہدہ خاتون تھیں۔ آپ کا حسب نسب حضرت ابو ایوب انصاریؓ سے ملتا ہے۔ جن کے متعلق پیر کرم شاہ الازہریؒ تفسیر القرآن میں بیان فرماتے کہ

"جس طرح ایران کے بادشاہ کو کسریٰ اور چین کے سلطان کو خاقان کہا جاتا تھا اسی طرح یمن اور حضرموتؑ کے فرماں روا کا لقب تبع تھا۔ یہ علاقہ اس وقت آبپاشی کے ترقی یافتہ نظام کے باعث بڑا زرخیز اور آباد تھا۔ یہاں کے لوگ متمول اور خوش حال تھے یہاں کے سلاطین کے خزانے بھرے ہوئے تھے' ان کی شوکت اور سطوت کے باعث ان کے ہمعصر سلاطین اور ملوک میں ان کی بڑی دھاک بیٹھی ہوئی تھی اور سب ان سے خائف رہا کرتے تھے۔"

مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ اس خاندان میں سے ایک تبع مشرف بہ اسلام ہوا تھا۔ اس کا نام ابوکرب بتایا جاتا ہے۔ اسی نے سب سے پہلے خانہ کعبہ پر قیمتی غلاف چڑھایا۔ جب اس کا گزر مدینہ طیبہ کے مقام سے ہوا تو اس کے لشکر کے علماء نے اسے اپنے علم کے زور پر بتایا کہ یہ نبی آخرالزمانؐ کی ہجرت گاہ ہے۔ اس فضا میں اسے ایسی کشش اور روحانی جاذبیت محسوس ہوئی کہ اس نے حضورؐ کے نام ایک عرضداشت لکھی جس میں اس نے اپنے ایمان لانے کا ذکر کیا اور یہ التجا بھی کی کہ میرا ایمان قبول ہو اور روز قیامت مجھے اپنی شفاعت سے محروم نہ کیا جائے۔ علامہ قرطبیؒ اور دیگر علماء تفسیر نے اس واقعہ کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ علامہ قرطبیؒ نے وہ خط تحریر کیا ہے جس میں تبع نے اپنے ایمان لانے کا ذکر کیا ہے۔ اس کے آخری الفاظ یہ ہیں۔

وان لم ادرکک فاشفع لی ولا تنسنی یوم القیامۃ فانی من امتک الاولین الخ۔

ترجمہ: "اگر میں اس حیات مستعار میں حضورؐ کی زیارت سے بہرہ مند نہ ہو سکوں تو میری شفاعت فرمایئے اور قیامت کے روز مجھے فراموش نہ کیجئے کیونکہ میں آپ کے ان امتیوں میں سے ہوں جو پہلے گزرے ہیں۔"

اس کے ہمراہ علماء بھی تھے۔ ان میں سے ایک جماعت نے اسی جگہ اقامت کی اجازت چاہی۔ بادشاہ نے ان کی رہائش کے لئے مکانات تعمیر کراوئے' ان کو زندگی کی ضروریات فراہم کیں اور ان میں جو معزز ترین عالم تھا' اپنا مکتوب اس کے حوالے کیا اور اسے وصیت کی کہ اگر تجھے زیارت نصیب ہو تو میرا عریضہ پیش خدمت کرنا' ورنہ اپنی اولاد کو ہدایت کرتے جانا کہ جس کو یہ سعادت نصیب ہو میرا خط پیش کرے۔ تبع کا زمانہ عہد رسالت سے ایک ہزار سال پہلے کا ہے۔ جب رحمت العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہجرت کر کے مدینہ طیبہ پہنچے تو جس گھر کے سامنے ناقہ مبارکہ بیٹھی وہ حضرت ابوایوب انصاریؓ کا دولت کدہ تھا اور یہ اس عالم کی اولاد سے تھے جس کو یہ خط ملا تھا۔ انہوں نے وہ عریضہ پیش کیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ کو حکم دیا کہ پڑھ کر سنائیں۔ حضورؐ نے یہ خط سن کر اس کا ایمان قبول فرمایا اور اس کی شفاعت کی درخواست کو بھی منظور فرمایا۔

بچپن کے حالات

آپ کا سلسلہ نسب حضرت ابوایوب انصاریؓ سے ملتا ہے۔ آپ کے دادا معروف مذہبی سکالر حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ تھے۔ آپ کی والدہ بڑی پاک باز اور عابدہ خاتون تھیں جب آپ پیدا ہوئے اس وقت فجر کی اذان ہو رہی تھی اور ان کے والد نے ان کی پیدائش سے پہلے ایک خواب دیکھا کہ اندھیری رات ہے چاند ابھی نہیں نکلا۔ آسمان ستاروں سے بھرا ہوا اور روشن ہے۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان سے ایک ستارہ ٹوٹا۔ انہوں نے اپنا دامن پھیلایا تو وہ ستارہ ان کی گود میں آگرا۔ اس کی تعبیر یہ بتائی گئی کہ ان کی اولاد میں کوئی اللہ والا بندہ پیدا ہو گا جس سے بہت سے لوگ مستفیض ہوں گے۔ آپ کے بزرگ صوبہ ہرات افغانستان سے ہجرت کر کے ہندوستان آئے تھے۔ ان کے ایک بزرگ حضرت خواجہ مبارک انصاریؒ حضرت بو علی قلندرؒ کی زیارت کے لئے پانی پت تشریف لے گئے۔ ان کے ساتھ ان کے دونوں فرزند بھی تھے۔ حضرت بو علی قلندرؒ صاحب کو یہ دونوں صاحبزادے پسند آ گئے اور انہوں نے دونوں کو اپنے پاس رکھ لیا۔ آپ کا تعلق انہی بزرگوں سے ہے۔

آپ کے پانچ بہن بھائی تھے۔ تقسیم ہند کے وقت آپ ریاست پٹیالہ میں رہتے تھے۔ بچپن میں اکثر حضرت عیسٰی خواب میں ملا کرتے تھے اور ان کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔

دوستوں کی خاطر مدارت کا انہیں بہت شوق ہے جو کچھ ملتا ساتھیوں کو کھلا دیا کرتے۔ کبھی ایسی صورت حال بھی ہو جاتی کہ ساتھی ملتے تو ان کی تواضع کو ان کے پاس کچھ نہ ہوتا۔ ایسے میں جب جھنجلاہٹ میں زمین پر ٹھوکر مارتے تو زمین سے سکے برآمد ہو جاتے۔ فرماتے ہیں کہ اس کی کوئی وجہ تو نہیں بتا سکتے کہ یہ معجزہ کیسے رونما ہوتا تھا۔ حالانکہ جوانی میں مجھے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر جینا پڑا۔ مگر زمین سے کچھ نہ ملا۔ انہوں نے رزق کی

تلاش میں ہر طرح کی محنت مزدوری کی اور کئی کئی من وزنی بوریاں اپنی کمر پر اٹھائیں جس کے نشان آج بھی ان کی کمر پر ثبت ہیں۔ کوئی باقاعدہ تعلیم انہوں نے حاصل نہیں کی۔ یہ ان کے مرشد کریم حضرت قلندر بابا اولیاءؒ کا کرم تھا کہ انہوں نے اپنا تمام روحانی ورثہ ان کو منتقل کر دیا۔

تقسیم پاکستان کے وقت

جب پاکستان بنا تو اس وقت آپ ریاست پٹیالہ میں تھے اور آپ بیان فرماتے ہیں:

"جس وقت پاکستان بنا تو ہم بڑی پریشانیوں اور تکلیفوں سے گزر کر پاکستان پہنچے تھے۔ تقسیم ہند کا اعلان ہوا، پٹیالہ میں ہندو مسلم فسادات کی وجہ سے آگ کی ہولی کھیلی گئی اور مسلمانوں کی لاشیں جگہ جگہ بکھری ہوئی تھیں۔ میں سب سے پہلے لاہور آیا اور بعد میں صادق آباد چلا گیا۔ جب میں صادق آباد پہنچا تو کئی دن کا بھوکا تھا اور پاؤں میں جوتے بھی نہ تھے۔ دل میں زندگی کے خلاف بغاوت ابھر آئی سوچا کہ ایسی زندگی سے تو مر جانا بہتر ہے۔ موت کا ارادہ کر کے صادق آباد اسٹیشن پر پہنچا اور خودکشی کرنے کی نیت سے ریلوے لائن پر لیٹ گیا۔ گاڑی سر پر پہنچی تو غیب سے دو ہاتھ نمودار ہوئے جنہوں نے مجھے اٹھا کر لائن سے دور پھینک دیا۔ میں کئی گز دور تک لڑھکتا چلا گیا اور اپنی بے بسی پر زار و قطار روتا رہا۔ کہ مرنا بھی میرے اختیار میں نہیں۔

"میں اس معجزے کے بارے میں سوچنے لگا کہ کسی غیبی طاقت نے مجھے خودکشی کرنے سے کیوں بچایا ہے۔ خیر ہمت کر کے میں دوبارہ اسٹیشن پر پہنچا تو وہاں رشتہ کے ایک ماموں سے ملاقات ہو گئی۔ صادق آباد میں میرے والد کی دو مربع زمین بھی تھی۔ ماموں مجھے اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ نہانے دھونے کے بعد جب میں نے کھانا کھانے کی کوشش کی تو روٹی کا نوالہ گلے میں اٹک گیا۔ کیونکہ کئی دن کی بھوک پیاس کی وجہ سے گلا

خشک ہو چکا تھا۔ ماموں نے ڈاکٹر کو دکھایا تو انہوں نے بادام روغن گلے میں ڈالنے کو کہا۔ اس سے مجھے افاقہ تو ہو گیا مگر بھوک خوب کھل گئی۔ اب یہ حالت ہو گئی کہ کھانے کو جو ملتا کھا جاتا۔ پھر اسی ڈاکٹر کو دکھایا کہ کھانے کی حاجت زیادہ بڑھ گئی ہے تو اس نے میرا کھانا بند کر دیا اور نرم غذائیں تجویز کیں۔

کراچی آمد

"صادق آباد میں دل گھبرایا تو 1949ء کے آخر میں کراچی چلا گیا۔ ہم ناظم آباد کے علاقہ میں رہتے تھے۔ میرے گھر کے سارے افراد مذہبی تھے۔ میں اس معاملے میں کافی ست تھا۔ میرے بزرگ مجھے ہمیشہ ڈانٹتے کہ تم نماز قضا کر دیتے ہو۔ اس دوران مجھ سے ایک عجیب و غریب حرکت سرزد ہوئی۔ یہ میری باطنی کیفیت کے اظہار کا پہلا موقع تھا۔ ہوا یوں کہ مجھے باقاعدہ نماز نہ پڑھنے پر ڈانٹ پلائی۔ وہ خود نماز پڑھ کر آ رہے تھے۔ آتے ہی انہوں نے مجھے سخت سست کہنا شروع کر دیا۔"

باطنی نظر

آپ فرماتے ہیں کہ جب میری باطنی نظر کھل گئی تو اللہ تعالیٰ نے مرشد کریم کے صدقہ میں مجھ پر بڑا کرم کیا اور بہت روحانی فیض جاری ہو گیا۔

میرا ذہن شروع سے ہی مذہب میں خوف اور ڈر سے متعلق خیالات سے باغی تھا۔ میرا تو ایک ہی عقیدہ تھا کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرنا نہیں چاہئے بلکہ محبت کرنی چاہئے۔ ہمارے ہاں مولوی حضرات بندے کو خواہ مخواہ اللہ تعالیٰ سے ڈراتے رہتے ہیں۔ مجھے ان کی یہ منطق سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ یہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔ یا تو ان کے خلوص میں کمی ہے اور عقیدت میں وہ جذبہ نہیں جو انسان کو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق سے محبت کرتا ہے تو بندہ کیوں نہ کرے۔ میں اپنے اندر کھلنے والی باطنی آنکھ کے مقصد کی تلاش میں نکل کھڑا ہوا کہ ان کیفیات کا وارد ہونا کیا معنی رکھتا ہے؟ اور پھر میرے ساتھ ہی ایسا کیوں ہو رہا ہے؟ اس کے لئے میں مرشد کامل کی تلاش میں سرگرداں تھا۔"

مرشد کامل کی تلاش

آپ سلسلہ عالیہ چشتیہ کے ایک بزرگ حافظ صاحبؒ کے بہت قریب تھے۔ حافظ صاحب خواجہ شمس الدین عظیمی کے دادا حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کے خلیفہ تھے اور ان کے روحانی ورثہ کو خواجہ صاحب تک پہنچانے پر مامور کئے گئے تھے۔ حافظ صاحب نے خواجہ صاحب کو چند وظائف تعلیم کئے اور ان کے ورد کی تلقین فرمائی۔ خواجہ صاحب نے وظائف اور روحانی اسباق کا آغاز کیا۔ فرماتے ہیں۔ "ان دنوں میرے معاشی حالات نہایت ابتر تھے۔ میرے شریک کار نے مجھے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ میں روحانی اسباق چھوڑ دوں۔ جب میں کسی طرح راضی نہ ہوا تو ایک حکیم صاحب کو میرے پیچھے لگا دیا۔ میں ان کو بزرگ مانتا تھا۔ وہ ہمیشہ ایک بات ہی کہا کرتے تھے کہ یہ سب کام بڑھاپے میں کئے جاتے ہیں۔ تم کس چکر میں پڑ گئے ہو۔ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے۔ ادھر حالات اتنے خراب ہو گئے کہ روٹی کپڑا چلانا مشکل ہو گیا۔ میں نے حالات کے سامنے ہتھیار ڈال دیئے اور سبق پڑھنا ترک کر دیا۔"

"چشتیہ سلسلے کے اسباق چھوڑنے کے چھ ماہ بعد مجھے اطلاع ملی کہ حافظ صاحب وصال فرما گئے ہیں تو میرے دل و دماغ پر گہری چوٹ لگی۔ میں اسی کرب میں مبتلا تھا کہ

سہروردیہ سلسلہ کے ایک بزرگ چودھری صاحب ؒ سے نیاز حاصل ہوا۔

ان کے توسط سے حضرت ابوالفیض قلندر علی سہروردی ؒ سے بھی ملاقات ہوئی جو حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے مرشد ہیں۔

قلندر بابا اولیاء سے ملاقات

آپ فرماتے ہیں کہ "ایک بار کسی دوست سے ملنے ڈان اخبار کراچی کے دفتر گیا تو وہاں حضرت قلندر بابا اولیاءؒ سے ملاقات ہو گئی۔ میں ان کے حسن سلوک سے بے حد متاثر ہوا۔ حضرت قلندر بابا اولیاء ڈان میں سب ایڈیٹر کے عہدے پر فائز تھے۔

حضرت قلندر بابا اولیاءؒ کا اصل نام سید محمد عظیم برخیا تھا۔ آپ سلسلہ عظیمیہ کے بانی ہیں۔ 1898ء میں قصبہ خورجہ ضلع بلند شہر بھارت میں پیدا ہوئے۔ علی گڑھ یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے تھے۔ آپ درویش اور قلندر تھے۔ تفصیلی حالات تذکرہ قلندر بابا اولیاءؒ میں مذکور ہیں۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ سے بیعت ہونے سے پہلے ایک روز خواجہ صاحب میکلوڈ روڈ (کراچی) پر جا رہے تھے کہ انہیں آسمان سے آواز آئی۔ "حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ کو سوا لاکھ مرتبہ درود شریف، تین لاکھ مرتبہ کلمہ طیبہ اور پانچ قرآن پڑھ کر بخش دے۔"

پھر آواز آئی ـــــ

"پانچ قرآن حضرت اویس قرنی علیہ السلام اور پانچ قرآن حضرت خضر کو پڑھ کر ایصال ثواب کرو۔"

خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔ میں نے ہاتف غیبی کی اس آواز کی تعمیل میں عمل شروع کردیا۔ اوقات یہ مقرر کئے۔ ظہر کی نماز کے بعد سے مغرب تک کلمہ طیبہ اور عشاء کی نماز کے بعد سے تہجد تک درود شریف۔

جب کلمہ طیبہ تین لاکھ مرتبہ پورا ہوا تو میرے اوپر غیب منکشف ہونے لگا اور دل میں وقفہ وقفہ سے درد کی ٹیسیں اٹھنے لگیں۔ وقت گزرتا رہا اور میں دیوانہ اپنے کام میں مشغول رہا۔

ایک روز بس میں بیٹھا ہوا تھا کہ میرا دل بڑا ہوتے ہوتے بھینس کے دل جتنا ہوگیا۔ اور آواز کے ساتھ پھٹ گیا۔ اور کٹے ہوئے انار کی طرح اس میں قاشیں بن گئیں۔ ان قاشوں میں سے تیز اور روشن لہریں نکلنے لگیں۔ میں نے دیکھا جہاں تک یہ لہریں جا رہی ہیں مجھے گردونواح اور اطراف میں سب چیزیں نظر آ رہی ہیں۔ میں نے یورپ کے بہت سے شہر، برفانی پہاڑ، کشمیر اور آسام کے پہاڑ اور زعفران کے کھیت دیکھے۔ جیسے ہی زعفران کے کھیتوں پر نظر پڑی، زعفران کی خوشبو پوری بس میں پھیل گئی۔ لوگ حیران ہو ہو کر آگے پیچھے دیکھے جا رہے تھے۔ دو ایک حضرات نے کہا کسی کے پاس زعفران ہو گا۔ یا کسی نے زعفران کا سینٹ لگا رکھا ہو گا۔ میں ان تمام باتوں کو سنتا رہا اور مشاہدات میں مگن رہا۔ میں نے پہلی مرتبہ دل کی ان شعاعوں میں فرشتوں کا مشاہدہ کیا۔ ناظم آباد میں جب بس سے اترا تو حیرت کی انتہا نہ رہی کہ بس سے میرے ساتھ حضرت حافظ صاحب بھی اترے اور میرے بائیں طرف خاموش چلنے لگے۔ انہیں دیکھ کر میں دہشت زدہ ہو گیا۔ حافظ صاحب نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پھر خود اوپر اٹھے اور میرے سر کے اوپر فضا میں چلنے لگے۔ میں گھر پہنچ کر بے سدھ لیٹ گیا۔ دنیا ومافیہا کی کوئی خبر نہیں رہی اور مجھے نیند آ گئی۔

اگلے روز صبح سہروردی سلسلے کا سبق پڑھ رہا تھا کہ میرے دادا، حضرت حافظ صاحبؒ اور حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ تشریف لائے اور تھوڑی دیر میرے پاس بیٹھ کر چلے گئے۔

رات کو پھر درود شریف پڑھ رہا تھا کہ دیکھا میرے منہ سے جیسے ہی درود شریف

پورا ہوتا ہے' ایک بہت ہی خوبصورت سنہرے تھال میں اسے رکھ لیا جاتا ہے اور اس کے اوپر بہت عمدہ خوان پوش ڈھک کر اسے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تک پہنچایا جا رہا ہے۔ میرے گھر سے مدینہ منورہ تک فرشتوں کی ایک جماعت کھڑی ہوئی ہے۔ جیسے ہی درود شریف ختم ہوتا ہے' وہ فرشتے میرے منہ کے سامنے گول تھال کر دیتے ہیں اور درود شریف تھال میں رکھا جاتا ہے اور وہ تھال دوسرے فرشتے کو بڑھا دیتا ہے۔ دوسرا تیسرے کو اور تیسرا چوتھے کو۔ اسی طرح فرشتوں کی یہ جماعت ایک ہاتھ سے دوسرے کو پہنچا کر دربار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پہنچا رہی ہے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہاتھ لگا کر قبول فرما رہے ہیں۔ تقریباً تین گھنٹے تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

میں نے دل چھنے اور مشاہدات کی ساری واردات چوہدری صاحب سے بیان کی تو چوہدری صاحب نے فرمایا۔ "حافظ صاحب میرے معاملہ میں دخل دینے والے کون ہوتے ہیں؟"

پھر فرمایا۔ "میرے پاس تین مرتبہ آ چکے ہیں مگر میں اپنے معاملات میں کسی کا دخل پسند نہیں کرتا۔"

چوہدری صاحب نے تھوڑی دیر کے لئے آنکھیں بند کیں اور ہاتھ کی انگلیوں سے اپنی آنکھوں کو زور سے دبایا اور میرا دل پھر بند ہو گیا۔ اب میں پھر اندھا تھا اور غیب نظر آنا بند ہو گیا۔

رات کو پھر حافظ صاحب تشریف لائے۔ چہرے سے زبردست جلال ٹپک رہا تھا۔ آپ نے میرے سر کے بالکل بیچ میں زور سے پھونک مار دی۔ اس پھونک کے اثر سے میں زمین سے اچھل پڑا اور میرے دل پھر کھل گیا۔

غصہ کی آواز میں فرمایا۔ "اب دیکھوں گا کیسے بند کرتے ہیں۔"

جب میں آسمانوں میں فرشتوں کو دیکھنے لگا۔ صبح بس میں بازار جا رہا تھا کہ لسبیلہ کے پل پر جب بس چڑھی تو دیکھا کہ چوہدری صاحب بابا غلام محمد صاحب کو ساتھ لے کر آ گئے بابا غلام محمد صاحب نے میرے دل پر انگلی رکھ دی اور میرا دل پھر بند ہو گیا اور غیب میں کام کرنے والی نظر ختم ہو گئی۔

اب حافظ صاحب حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے پاس آئے اور ان سے فرمایا کہ آپ دیکھ رہے ہیں کیا ہو رہا ہے۔ اب میں اس معاملہ میں' میں آپ کی مدد چاہتا ہوں۔

حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا۔ "چوہدری صاحب میرے پیر بھائی ہیں۔ میں اپنے شیخ کے احترام کی وجہ سے کچھ نہیں کر سکتا۔"

اس افتاد کے بعد میری یہ کیفیت ہو گئی کہ مجھے ہر وقت یہ محسوس ہوتا تھا کہ میرے سر پر کئی من وزن رکھا ہوا ہے۔ سڑک پر چلتے چلتے بیٹھ جاتا تھا۔ بار بار ایسا ہوتا کہ میں چکرا کر زمین پر گر جاتا تھا۔ جسم تیزی کے ساتھ لاغر ہوتا چلا گیا اور اس حد تک لاغر ہوا کہ پنڈلیوں کا گوشت خشک ہو گیا اور میں ہڈیوں کا پنجر بن کر رہ گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ مجھے "سوکھے" کی بیماری ہو گئی ہے۔

چھ مہینے اسی حال میں گزر گئے۔ ایک روز میں بازار سے واپس آ رہا تھا کہ میرے پیر کے اوپر سے ٹرک کا پہیہ گزر گیا اور میں ٹرک کے نیچے آتے آتے بچا۔ جی میں آیا کہ کیا ہی اچھا ہوتا کہ میں ٹرک کے نیچے آ کر ختم ہو جاتا۔ موت کے روٹھ جانے پر گھر آ کر میں بہت رویا اور میری ہچکیاں بندھ گئیں اور میں نے اپنے آقا قلندر بابا اولیاءؒ سے عرض کیا۔ "میرے لئے دعا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس دنیا سے اٹھا لے۔ میں اب بالکل زندہ نہیں رہنا چاہتا۔"

حضور نے تسلی دی اور فرمایا۔ "میں حافظ صاحب سے بات کروں گا اور بڑے حضرت جی کی خدمت میں درخواست کروں گا کہ اس معاملہ کو کسی نہ کسی صورت سے حل کریں۔"

روئداد طویل ہے۔ مختصراً یہ کہ سلسلہ سہروردیہ اور سلسلہ چشتیہ کے بزرگ آپس میں مل کر بیٹھے۔ حضرت چوہدری صاحب سے کہا گیا کہ اپنے اس مرید کو فارغ کر دیں۔ مگر چوہدری صاحب نے فرمایا کہ یہ میرا ذاتی معاملہ ہے اور میں اس کو اپنے ذہن کے مطابق تیار کرنا چاہتا ہوں۔

جب کوئی بات طے نہ ہو سکی' تو اس پر حافظ صاحب نے فرمایا۔ "یہ بڑی ہی عجیب بات ہے کہ ایک آدمی محض اس لئے انتظار کرے کہ اسے ایک مخصوص ذہن کے مطابق تیار کیا جائے جب کہ اس کے دادا اس کے لئے ورثہ چھوڑ گئے ہیں اور سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام سے اس کو منظور بھی کرایا ہے۔ اب میں اس کیس کو عدالت عالیہ میں پیش کروں گا۔"

حضرت حافظ صاحب نے حضور حسن بصریؒ کو اپنا وکیل مقرر فرمایا اور تائید میں جن حضرات نے عدالت عالیہ میں پیش ہونا منظور فرمایا وہ حضرت عبدالقادر جیلانیؒ' حضرت جنید بغدادیؒ' حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ' حضرت معروف کرخیؒ' حضرت امام موسیٰ رضاؒ' حضرت امام حسینؓ اور حضرت اویس قرنیؓ تھے۔

میں رات کے وقت درود شریف پڑھ رہا تھا۔ میرے پاس ایک فرشتہ آیا اور کہا کہ چلو بڑی سرکارؐ میں آج تمہاری پیشی ہے۔

میں نے دیکھا دو جگ کے سرتاج فخر انبیاء رحمۃ للعالمینؐ تخت پر تشریف فرما ہیں۔ بائیں جانب حضرت اویس قرنیؓ ایستادہ ہیں اور دائیں جانب حضرت حسن بصریؒ' حضرت جنید بغدادیؒ' حضرت شیخ شہاب الدین سہروردیؒ' حضرت معروف کرخیؒ' حضرت امام موسیٰ رضاؒ' حضرت امام حسینؓ' حضرت امام حسنؓ اور بڑے حضرت جیؒ ہیں اور بالکل سامنے چوہدری صاحب اور ان کے پیچھے میں ہوں۔

سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے سامنے مقدمہ پیش ہوا۔

حضرت حسن بصریؒ صف میں سے نکل کر نگاہیں نیچی کئے ہوئے سامنے آ گئے اور درود و سلام کے بعد عرض کیا۔ "یا رسول اللہؐ! میرے موکل کے دادا نے آپؐ کی منظوری سے اپنے پوتے کے لئے ورثہ چھوڑا ہے اور اس ورثہ کو حاصل کرنے کی جو شرط انہوں نے عائد کی تھی وہ میرے موکل نے پوری کر دی ہے اور میرے موکل نے سلسلہ چشتیہ میں بیعت بھی حاصل کی ہے اور اس کے شیخ نے چشتیہ' سہروردیہ' نقشبندیہ' قادریہ میں اپنے اس مرید کو بیعت کیا تھا۔ بیعت کے بعد مرید کو یہ بتا دیا گیا تھا کہ تو ان چاروں سلسلوں میں سے بیعت ہو گیا ہے۔ اب صورت یہ ہے کہ شیخ کے انتقال کے بعد مرید سہروردیہ سلسلہ میں پھر بیعت ہو گیا۔ عرض یہ کرتا ہے کہ حضورؐ کی منظوری کے بعد جب کہ مرید نے شرط پوری کر دی ہو' اس کا ورثہ اسے قانوناً ملنا چاہئے۔ مگر سہروردیہ سلسلہ کا ایک فرد جو سلسلہ سہروردیہ میں مقام رکھتا ہے' اس بات پر آمادہ نہیں ہے۔"

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے اپنے دائیں طرف ایستادہ بزرگوں کو دیکھا۔ سب نے تائید کی۔ پھر حضرت چوہدری صاحب کی طرف دیکھا۔ حضرت چوہدری صاحب دو قدم آگے آئے اور کہا۔ "یا رسول اللہؐ! قانون یہ ہے کہ جب کوئی شخص کسی کا مرید ہو جاتا ہے تو وہ پیر کا حق بن جاتا ہے۔ مجھے قانوناً یہ حق حاصل ہے کہ میں جس طرح چاہوں اپنے مرید کی تربیت کروں اور اس قانون پر آپؐ کے دستخط ہیں۔"

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے پھر دائیں صف کی طرف دیکھا (جس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ کوئی تائید کرتا ہے یا نہیں۔)

بڑے حضرت جی صف میں سے باہر آ گئے اور حضرت چوہدری صاحب کے ساتھ جا کھڑے ہوئے اور حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے حضرت چوہدری صاحب کے حق میں فیصلہ دے کر دربار برخاست فرما دیا۔

میرے حالات اب مزید دگرگوں ہو گئے۔ ہر وقت سینہ سے دھواں اٹھتا ہوا محسوس

ہوتا ہے۔ ایک بڑی مصیبت یہ ہو گئی کہ ہر شب بلاناغہ بدخوابی ہو جاتی ۔ جس سے رہی سہی جان بھی جواب دے گئی۔ ساتھ ہی پیچش میں بھی مبتلا ہو گیا ۔ کھانا کھاتے ہی اجابت کی ضرورت ہو جاتی ۔ نیند کوسوں دور۔ ہر وقت یاس اور ناامیدی کا غلبہ۔ لوگ ہنستے تو میری آنکھوں میں آنسو آ جاتے ۔ میں سوچا کرتا کیا دنیا میں ہنسی بھی کوئی شئے ہے۔ مجھے چپ لگ گئی۔ دل ہر وقت اداس اور بے چین رہتا۔ دنیا کی ہر چیز میرے لئے ناخوشی اور عذاب کا پہلو رکھتی۔ رات کو اندھیرے میں اٹھ کر روتا ۔ مرجانے کی دعائیں مانگتا اور سوچتا کہ موت بھی مجھ سے کنارہ کر گئی ہے۔ معمولی سے شور سے دل دہل جاتا۔ کوئی زور سے بات کرتا تو دماغ پر ہتھوڑے کی ضرب پڑتی۔

اس تشنج زدہ زندگی میں تین سال گزر گئے۔ ایک روز خواجہ صاحب نے حضور قلندر بابا اولیاءؒ سے درخواست کی کہ وہ اس سلسلے میں ان کی مدد فرمائیں تاکہ وہ اس تکلیف سے نجات پا سکیں۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا دیکھیں اللہ کو کیا منظور ہے۔ اس کے چند روز بعد ایک روز تہجد کی نماز کے بعد انہوں نے درود خضری پڑھنے کے دوران خود کو سرکار دو جہاں سرور کائنات حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دربار اقدس میں حاضر پایا اور مشاہدہ کیا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تخت پر تشریف فرما ہیں۔ جناب خواجہ صاحب نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے تخت کے سامنے دو زانو بیٹھ کر درخواست کی۔

"یا رسولؐ اللہ! اے اللہ کے حبیب" اے باعث کائنات' محبوبِ پروردگار' رحمت للعالمین" جن وانس اور فرشتوں کے آقا' حاصل کون ومکاں' مقامِ محمود کے مکین" اللہ تعالیٰ کے ہم نشین" علم ذات کے امین" خیر البشر' میرے آقا! مجھے علم لدنی عطا فرما دیجئے۔ میرے ماں باپ آپؐ پر نثار—— آپؐ کو حضرت اویس قرنیؓ کا واسطہ' حضرت بوذر غفاریؓ کا واسطہ' آپ کو آپ کے رفیق حضرت ابوبکرؓ کا واسطہ' آپ کو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا واسطہ' آپ کو حضرت فاطمہؓ' علیؓ اور حسینؓ کا واسطہ اپنے اس غلام پر نظر کرم فرما دیجئے!

میرے آقا! آپ کو قرآن کریم کا واسطہ' آپ کو اسم اعظم کا واسطہ' آپ کو تمام پیغمبروں کا واسطہ' آپ کے جد حضرت ابراہیم کا واسطہ اور ان کے ایثار کا واسطہ! میرے آقا! میں آپ کے در کا بھکاری ہوں۔ آپ کے سوا کون ہے جس کے سامنے دست سوال دراز کروں۔ میں اس وقت تک در سے نہیں جاؤں گا جب تک آپ میرا دامن مراد نہیں بھر دیں گے۔

آقا! میں غلام ہوں' غلام زادہ ہوں۔ میرے جد امجد حضرت ابو ایوب انصاریؓ پر آپ کی خصوصی رحمت وشفقت کا واسطہ مجھے نواز دیجئے!

دریائے رحمت جوش میں آ گیا۔

فرمایا۔ "کوئی ہے؟"

دیکھا کہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ دربار میں آ کر مودب ایستادہ ہیں اس طرح جیسے نماز میں نیت باندھے کھڑے ہوں۔ نہایت ادب واحترام کے ساتھ عرض کیا۔ "یا رسولؐ اللہ! میں آپ کا غلام حاضر ہوں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا۔ "تم اس کو کس رشتہ سے وراثت دینا چاہتے ہو؟"

حضور قبلہ نے فرمایا۔ "اس کی والدہ میری بہن ہیں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تبسّم فرمایا اور ارشاد ہوا۔ "خواجہ ایوب انصاری کے بیٹے' ہم تجھے قبول فرماتے ہیں۔"

اس وقت میں نے یہ دیکھا کہ میں حضور قبلہ کے پہلو میں کھڑا ہوں۔

علم لدُنّی یوں حضور خواجہ صاحب نے حضور قلندر بابا اولیاءؒ کے ہاتھ پر بیعت کی اور ان کی روحانی تعلیم وتربیت کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ انہوں نے تیس سال کا عرصہ روحانی علم کی تلاش وجستجو میں گزارا۔ حضور قلندر بابا اولیاءؒ جناب خواجہ صاحب کی روحانی

تربیت کے لئے 14 سال ان کے ہاں قیام پذیر رہے دن رات کے اس ساتھ میں انہوں نے خواجہ صاحب کی تربیت کا فریضہ بطریق احسن پورا فرمایا۔ تربیت کے مراحل پورے ہونے پر حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے علم لدنی اور اپنا ذہن اپنے اس قابل روحانی فرزند مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کو منتقل فرمایا۔

ہر زمانے میں طالب حق کسی عارف بزرگ سے بیعت ہونے کے بعد جب سلوک کی منزلیں طے کرتا ہے تو وہ بزرگ کسی نہ کسی راستے سے قدم بہ قدم چلا کر منزل مقصود یعنی عرفان خداوندی تک پہنچا دیتا ہے۔ یہ اصول قوانین اور روحانی راستے سلسلے کا تعین کرتے ہیں۔ گروہ اولیاء اللہ میں سے منتخب اور اکابر لوگوں نے ہر زمانے میں طالبان حق کی عمومی حالت کو پیش نظر رکھ کر ایسے اذکار و اسباق مرتب کئے ہیں جن پر عمل پیرا ہو کر عرفان خداوندی حاصل کر سکیں۔ ہر زمانے میں نوع انسانی کی شعوری اور جسمانی صلاحیتوں میں فرق بھی واقع ہوتا رہا ہے۔ ایک زمانہ میں لوگوں کے پاس جسمانی قوت کی فراوانی تھی لیکن ان کے شعور کی قوتیں اتنی مضبوط نہیں تھیں جتنی کہ آج دیکھنے میں آ رہی ہیں۔ فی زمانہ ماحول کے اثرات سے لوگوں کے اعصاب کمزور ہو گئے ہیں۔ ان کی مصروفیات میں حد درجہ اضافہ ہو گیا ہے۔ چنانچہ آج لوگوں کے لئے یہ ممکن نہیں رہا کہ وہ پرانے طریقہ ہائے ریاضت پر عمل کر سکیں۔

آج کے سائنسی دور میں کوئی بات اس وقت قابل قبول ہوتی ہے جب اسے فطرت کے مطابق اور سائنسی توجیہات کے ساتھ پیش کیا جائے۔ سلسلہ عالیہ عظیمیہ کا مشن بھی یہی ہے کہ لوگوں کے اوپر تفکر کے دروازے کھول دیئے جائیں۔ چنانچہ حالات حاضرہ کے پیش نظر سلسلہ عالیہ عظیمیہ کے اسباق واذکار بہت ہی مختصر مرتب کئے گئے ہیں جن کے ذریعے رہروان سلوک کو عرفان خداوندی نصیب ہوتا ہے۔

ایک روز خواجہ صاحب نے سلسلہ عالیہ عظیمیہ کی بنیاد رکھنے کے لئے حضور قلندر بابا اولیاءؒ کی خدمت میں درخواست پیش کی۔ حضور بابا صاحبؒ نے خواجہ صاحب کی یہ درخواست بارگاہ سرور کائنات فخر موجودات سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں پیش کی۔ حضور نبی کریمؐ نے درخواست قبول فرمانے کے بعد سلسلہ عالیہ عظیمیہ قائم کرنے کی اجازت عطا فرما دی۔

خانوادہ سلسلہ

چونکہ امام سلسلہ حضور قلندر بابا اولیاءؒ نے اپنا ذہن منتقل کیا اور روحانی قوانین کے مطابق جس کو امام سلسلہ اپنا ذہن منتقل کر دے وہ خانوادہ کہلاتا ہے حضور خواجہ صاحب کو مشن اور سلسلہ چلانے کے لئے خانوادہ مقرر فرمایا گیا ہے۔

روحانی ورثہ

حضور قلندر بابا اولیاء سے روحانی ورثہ مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کو منتقل ہونے کے بعد انہوں نے اپنی ساری زندگی روحانی علوم کی ترویج واشاعت اور انسانیت کی خدمت کے لئے وقف کر دی ہے۔

شادی اور صلبی اولاد

مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی شادی محترمہ راشد عفت صاحبہ سے 25 اکتوبر 1956ء کو ہوئی۔ ای جان سید خاندان سے تعلق رکھتی ہیں۔ مرشد کریم کی اولاد کے اسمائے گرامی حسب ذیل ہیں۔

(1) جناب وقار یوسف عظیمی صاحب

(2) جناب فرخ اعظم عظیمی صاحب

(3) جناب سلام عارف عظیمی صاحب

(4) جناب نور نجم عظیمی صاحب

(5) جناب شاہ عالم عظیمی صاحب

(6) محترمہ ناصرہ عثمانی صاحبہ

(7) محترمہ کنول گل ناز صاحبہ

(8) محترمہ ہما قاران صاحبہ

(9) محترمہ حنا الماس صاحبہ

مراقبہ ہالز

آپ نے روحانی علوم کی ترویج اور انسانیت کی خدمت کے لئے پاکستان اور پاکستان سے باہر مراقبہ ہالز (خانقاہی نظام) کا ایک عظیم سلسلہ شروع کیا۔ آپ کے قائم کردہ مراقبہ ہالز کی تعداد اس وقت 48 سے زیادہ ہے اور یہ مراقبہ ہال (Mediatation Halls) کے نام سے مشہور ہیں۔ یہ سینٹر پاکستان کے ہر بڑے شہر میں موجود ہیں جب کہ برطانیہ، بھارت، امریکہ، دبئی، شارجہ، ناروے، ہالینڈ اور یورپ میں بھی ہیں۔ یہ سب مراقبہ ہال مرشد کریم کی زیر نگرانی کام کر رہے ہیں اور یہاں علاج معالجہ کے لئے مفت ڈسپنسریاں بھی قائم ہیں۔ جو انسانیت کی بے لوث خدمت کر رہی ہیں۔ پنجاب میں خانقاہی نظام کی طرز پر مراقبہ ہال لاہور جو جامعہ عظیمیہ کے نام سے مشہور ہے۔ ایک ایکڑ زمین پر پھیلا ہوا ہے۔ جس میں فری ڈسپنسری، فری لائبریری، مراقبہ ہال اور ایک بہت بڑی جامع مسجد ہے۔ یہ جامعہ 1987ء کو لاہور کے مضافات میں کاہنہ نو کے قریب تعمیر کیا گیا ہے۔ اسی طرح مرکزی مراقبہ ہال بھی تقریباً 3000 مربع گز پر واقع ہے اور یہ 1988ء میں تعمیر کیا گیا ہے۔

اس میں فری ڈسپنسری، فری لائبریری اور مراقبہ ہال شامل ہے۔ اس کے علاوہ مرکزی مراقبہ ہال کے ساتھ ایک بہت بڑی جامع مسجد بھی تیار کی گئی ہے جو بہت خوبصورت ہے۔ مراقبہ ہال حیدر آباد تقریباً ساڑھے تین ایکڑ رقبہ پر مشتمل ہے یہ مراقبہ ہال رقبہ کے لحاظ سے تمام مراقبہ ہالز میں سب سے بڑا مراقبہ ہال ہے۔ اس کے علاوہ چند اور مراقبہ ہالوں کی اپنی زمین ہے اور انہوں نے مراقبہ ہال، فری ڈسپنسری اور فری لائبریری قائم کی ہوئی ہے۔ پشاور، فیصل آباد، چنیوٹ، اٹک، حجرہ شاہ مقیم راولپنڈی، جہلم، ملتان، گوجرانوالہ، سیالکوٹ، کوئٹہ اور آزاد کشمیر کے علاوہ سارے بڑے بڑے شہروں میں مراقبہ ہال بنائے گئے ہیں اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان مراقبہ ہالوں کی اپنی زمین ہو جائے گی۔ ان مراقبہ ہالز میں قرآن و سنت کے مطابق وظائف پڑھنے کو بتائے جاتے ہیں اور دوستوں کو ارتکاز توجہ کا سبق پڑھایا جاتا ہے اور زندگی میں یقین کو مشاہدہ بنانے کے لئے غار حرا والی سنت یعنی مراقبہ کی تلقین کی جاتی ہے۔ مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے سائنسی توجیہ کے ساتھ ساتھ لوگوں کو روحانیت کا سبق دیا۔ آج ایک بہت بڑا حلقہ جس میں ڈاکٹرز، سائنس دان، انجینئرز، قانون دان، استاد، طالب علم، کاشتکار، مزدور اور دوسرے عام لوگ مرشد کریم کو بہت زیادہ پسند کرتے ہیں اور آپ کی کتابیں اور اخباروں میں شائع کالم بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔

روحانی علاج اور اخبارات

مرشد کریم عرصہ 20 سال سے مختلف اخبارات میں روحانی ڈاک کے نام سے کالم لکھ رہے ہیں اور یہ کالم آج تک پاکستان کے بڑے بڑے اخباروں میں شائع ہو رہا ہے۔ آپ مندرجہ ذیل اخبارات میں روحانی کالم لکھتے رہے ہیں:

① جسارت کراچی۔ ② مشرق لاہور۔ ③ حریت کراچی۔ ④ روزنامہ اعلان ⑤

روزنامہ جنگ، کراچی میں آپ کا کالم شائع ہوتا رہا ہے اور مستقل بنیادوں پر روزنامہ جنگ کراچی میں لکھ رہے ہیں۔ انٹرنیشنل جنگ لندن میں بھی آپ کا کالم شائع ہوتا رہا ہے۔

روحانی ڈائجسٹ، کراچی

حضور قلندر بابا اولیاء کی سرپرستی میں روحانی ڈائجسٹ یکم دسمبر 1978ء سے شروع ہوا اور اب تک باقاعدگی سے شائع ہو رہا ہے۔ یہ ڈائجسٹ سلسلہ عظیمیہ کا ایک بہت بڑا ترجمان ہے اور اس رسالہ نے سلسلہ کے پیغام کو بڑے احسن طریقہ سے عام قاری تک پہنچایا ہے۔ مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے اس رسالے میں قارئین کے مسائل کے حل روحانی ڈاک کے نام سے تحریر کرتے ہیں جسے قارئین بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔

مرشد کریم کی تصنیفات

مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی نے مندرجہ ذیل کتابیں لکھی ہیں جو خواص وعام میں بہت زیادہ مقبول ہیں۔

(1) روحانی علاج (2) روحانی نماز (3) رنگ و روشنی سے علاج (4) جنت کی سیر (5) ٹیلی پیتھی سیکھئے۔ (6) تجلیات (7) تذکرہ قلندر بابا اولیاء (8) کشکول (9) آواز دوست (10) پیراسائیکالوجی (11) قلندر شعور (12) روحانی ڈاک 4 جلد (13) نظریہ رنگ و نور (14) اسم اعظم (15) قوس و قزح (16) محبوب بغل میں (17) محمد رسول اللہ حصہ اول، دوئم اور سوئم (18) بڑے بچوں کے لئے (19) شرح لوح و قلم (20) توجیہات (21) خواتین کے مسائل (22) حضرات کے مسائل (23) ذات کا عرفان (24) کلر تھراپی (25) مراقبہ (26) خواب اور تعبیر (27) صدائے جرس (28) ہمارے بچے (29) معمولات کتب (30) اللہ کے محبوب (31) ایک سو ایک اولیاء اللہ خواتین (32) احسان وتصوف

حضرت سیدہ سعیدہ خاتون عظیمی صاحبہ نے مندرجہ ذیل کتب تحریر فرمائی۔

(1) روحانی ڈائری (2) جوگن (3) خوشبو (4) روحیں بولتی ہیں۔

جناب مونس خان عظیمی صاحب:

(1) اللہ رکھی (2) مستانی (3) پیر حاضر شاہ

جناب کمیل احمد عظیمی صاحب:

(1) تذکرہ حضرت تاج الدین بابا ناگپوری

جناب میاں مشتاق احمد عظیمی صاحب:

(1) یاران طریقت (2) خانقاہی نظام (3) اللہ کے دوست (4) یہ تیرے بندے (5) آداب مریدین (6) بیماریوں کے پانچ جدید علاج (7) راہ سلوک (8) میں اور میرا مرشد (9) حضرت موسیٰ اور جادوگر (10) قدرت اور سائنس (11) اللہ کی تجلی

مرشد کریم حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی کی کتاب قلندر شعور سے ایک مضمون پیش خدمت ہے جو استغنا کے نام سے ہے۔

استغنا

غور و فکر کیا جائے تو سوچنے اور سمجھنے کے کئی رخ متعین ہوتے ہیں۔ تفصیل میں جانے کی بجائے ہم تذکرہ کرتے ہیں۔ وہ لوگ جو علمی اعتبار سے مستحکم ذہن یعنی ایسا ذہن رکھتے جس میں شک و شبہ کی گنجائش نہیں ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہمارا یقین ہے کہ ہر چیز اس کی دنیا میں کوئی بھی حیثیت ہو، چھوٹی ہو یا بڑی، راحت ہو یا تکلیف سب اللہ کی طرف سے ہے۔ ان لوگوں کے مشاہدے میں یہ بات آجاتی ہے کہ کائنات میں جو کچھ موجود ہے، جو ہو رہا ہے، جو ہو چکا ہے یا آئندہ ہونے والا ہے اس کا براہ راست تعلق اللہ کی ذات سے ہے۔ یعنی جس طرح اللہ کے ذہن میں کسی چیز کا وجود ہے اسی طرح اس

مظاہرہ ہوتا ہے۔ فلسفیانہ طرز فکر کو نظر انداز کرتے ہوئے ہم اس بات کو چند مثالوں میں پیش کرتے ہیں۔

زندگی کا ہر عمل اپنی ایک حیثیت رکھتا ہے۔ اس حیثیت میں معانی پہنانا دراصل طرز فکر میں تبدیلی ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ ہر چیز جس کا وجود اس دنیا میں ہے یا آئندہ ہو گا' وہ کہیں پہلے سے موجود ہے یعنی دنیا میں کوئی چیز اس وقت تک موجود نہیں ہو سکتی۔ جب تک وہ پہلے سے موجود نہ ہو' کوئی آدمی اس لئے پیدا ہوتا ہے کہ وہ پیدا ہونے سے پہلے کہیں موجود ہوتا ہے۔ آدمی زندگی کے نشیب و فراز' دن اور ماہ و سال کے وقفے پہلے سے ایک فلم کی صورت میں ریکارڈ ہیں۔ اس فلم کو ہم کائناتی فلم یا "لوح محفوظ" کہتے ہیں۔

کائناتی فلم

ایک آدمی جب عاقل' بالغ اور باشعور ہوتا ہے تو اسے زندگی گزارنے کے لئے وسائل کی ضرورت پیش آتی ہے اور وسائل کو حاصل کرنے کے لئے روپیہ پیسہ ایک میڈیم کی حیثیت رکھتا ہے۔ بات کچھ اس طرح ہے کہ ایک آدمی کے لئے پیدا کرنے والی ہستی نے ایک لاکھ روپے متعین کر دیے اسی طرح جیسے ایک لاکھ روپے کسی بنک میں جمع کر دیے جاتے ہیں۔ وسائل کو استعمال کرنے کے لئے آدمی کوشش اور جدوجہد کرتا ہے۔ کوشش اور جدوجہد جیسے جیسے کامیابی کے مراحل طے کرتی ہے اس کو روپیہ ملتا رہتا ہے اور ضرورت پوری ہوتی رہتی ہے۔ لیکن یہ بات اپنی جگہ اٹل ہے کہ اگر کائناتی فلم (لوح محفوظ) میں وسائل کا ریکارڈ اور زرمبادلہ متعین نہ ہو تو ڈسپلے (DISPLAY) ہونے والی فلم نامکمل رہتی۔ ایک آدمی کے نام سے بنک میں کروڑوں روپے کا زرمبادلہ موجود ہے لیکن وہ اسے نہیں استعمال کرتا ہے اور نہ ہی اس طرف متوجہ ہوتا ہے تو یہ زرمبادلہ اس کے کام نہیں آتا۔

ایک طرز فکر یہ ہے کہ ایک آدمی باوجود اس کے کہ ضمیر ملامت کرتا ہے اپنی روزی حرام طریقے سے حاصل کرتا ہے۔ رزق حلال سے بھی وہ روٹی کھاتا ہے اور رزق حرام سے بھی وہ شکم بھری کرتا ہے۔ لیکن یہ بات مسلمہ ہے کہ اس دنیا میں اسے جو کچھ مل رہا ہے وہ پہلے سے فلم کی صورت میں موجود ہے۔

ایک آدمی محنت مزدوری کر کے ضمیر کی روشنی میں روپیہ حاصل کرتا ہے۔ دوسرا آدمی ضمیر کی ملامت کی پروانہ کرتے ہوئے روپیہ حاصل کرتا ہے۔ دونوں صورتوں میں اسے وہی روپیہ مل رہا ہے جو لوح محفوظ پر اس کے لئے جمع کر دیا گیا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے اور انتہائی درجہ نادانی ہے کہ ایک آدمی اپنی ہی حلال چیز کو حرام کر لیتا ہے۔

ظرف اور مقدر

ایک مرتبہ حضرت علیؓ اپنے گھوڑے پر سوار کہیں تشریف لے جا رہے تھے کہ نماز کا وقت ہو گیا۔ آپ گھوڑے سے اترے۔ قریب سے ایک بدو گزرا۔ اسے آواز دے کر بلایا اور کہا۔ "تھوڑی دیر کے لئے گھوڑے کی لگام پکڑو۔ میں اتنے میں نماز ادا کر لوں۔"

بدو نے حامی بھرلی۔ اور حضرت علیؓ نے نماز کی نیت باندھ لی۔ حضرت علیؓ نماز قائم کر کے دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتے تھے۔ بدو نے سوچا موقع اچھا ہے۔ گھوڑا ہضم کرنا تو مشکل تھا۔ لگام لے کر چلتا بنا۔ آپ جب نماز سے فارغ ہوئے تو دیکھا کہ گھوڑا موجود ہے لیکن لگام اور بدو دونوں غائب ہیں۔ اتنے میں آپ کے خادم قنبر کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپ نے انہیں دو درہم دے کر کہا۔ "بازار سے ایک لگام خرید لاؤ۔"

قنبر بازار پہنچے تو دیکھا کہ ایک بدو لگام لئے کسی خریدار کا منتظر ہے۔ قنبر نے لگام کو پہچان لیا اور بدو کو پکڑ کر حضرت علیؓ کی خدمت میں لے آئے۔ آپ نے پوچھا۔"

اسے کیوں پکڑ لائے ہو؟"

قنبر نے جواب دیا۔ "حضور! یہ آپ کے گھوڑے کی لگام ہے۔"

حضرت علیؓ نے پوچھا۔ "یہ اس کی کیا قیمت مانگ رہا ہے؟"

قنبر نے جواب دیا۔ دو درہم۔

آپ نے ارشاد فرمایا۔ "اسے دو درہم دے دو۔" اور فرمایا۔ "میں نے یہ سوچ کر اسے لگام پکڑائی تھی کہ نماز سے فارغ ہو کر اسے خدمت کے عوض دو درہم دوں گا۔ یہ اس کا ظرف ہے کہ اس نے اپنا مقدر دوسری طرح لینا پسند کیا۔"

سات چور

شیخ کو بیٹھے بیٹھے خیال آیا کہ یہ عجیب بات ہے کہ اللہ ہر وقت اپنا احسان جتاتا رہتا ہے۔ کبھی کہتا ہے میں کھلاتا ہوں' میں پلاتا ہوں اور کبھی کہتا ہے میں ہی رزق فراہم کرتا ہوں۔ اگر ہم کھانا نہ کھائیں تو کوئی طاقت ہمیں کھانے پر مجبور نہیں کر سکتی۔ یہ سوچ کر کھانا کھانا چھوڑ دیا۔ جب بیوی بچوں نے زیادہ پریشان کیا تو گھر چھوڑ کر ایک پرانے قبرستان میں وہ جا بیٹھے شام ہوئی تو ایک صاحب اپنی منت پوری کرنے کے لئے قبرستان میں موجود ایک مزار پر حاضر ہوئے۔ فاتحہ کے بعد انہوں نے شیخ کو بھی تبرک دیا۔ شیخ کے انکار اور اس شخص کے اصرار نے عجیب صورت حال پیدا کر دی۔ وہ شخص یہ سمجھ کر کہ شیخ کوئی دیوانے ہیں ایک پڑیا میں کچھ لڈو لپیٹے اور ایک جھاڑی کے نیچے رکھ دیے کہ جب اس شخص کے حواس درست ہوں گے تو کھالے گا۔ آدھی سے زیادہ رات گزر گئی تو قبرستان میں چور داخل ہوئے اور انہوں نے چوری شدہ مال کی تقسیم شروع کی تو شیخ اٹھ بیٹھے۔ چوروں کے کان کھڑے ہوئے اور آپس میں یہ طے پایا کہ یہ شخص کوئی مخبر ہے انہوں نے جلدی جلدی اپنا مال سمیٹ کر پوٹلی میں باندھ لیا اور شیخ پر سوالات کی بوچھار کر دی۔ شیخ کوئی معقول جواب نہیں دے سکے۔ اس تکرار میں چوروں میں سے ایک چور کی نظر جھاڑی کے نیچے رکھی ہوئی پڑیا پر پڑی۔ پڑیا کو کھول کر دیکھا تو اس میں سات لڈو تھے۔ اور چور بھی اتفاق سے سات تھے۔ چوروں کا سردار بولا کہ یہ شخص بھی کوئی چور ہے اور بہت چالاک چور ہے۔ اس نے لڈوؤں میں زہر ملا دیا ہے' تاکہ ہم سب کھا کر مر جائیں اور یہ ہمارے مال پر قبضہ کر لے۔ سردار نے کہا یہ سارے لڈو اسے کھلا دیے جائیں تاکہ اس کی سازش خود اس کو ہلاک کر دے۔ دو آدمیوں نے دونوں پیر پکڑے' دو آدمیوں نے دونوں ہاتھ پکڑے۔ ایک آدمی نے سر پکڑا ایک آدمی سینے پر بیٹھ گیا اور ایک آدمی نے ان کا منہ کھول کر اس میں لڈو ڈال دیا جب شیخ نے اس حال میں بھی لڈو کھانا نہیں چاہا تو اس شخص نے زور زور سے تھپڑ رسید کیے اور انگلی کے ذریعے لڈو شیخ کے حلق میں اتار دیا۔ اس جبر و تشدد کے دوران ساتوں لڈو شیخ کے پیٹ میں پہنچ گئے۔ یہ کارنامہ انجام دینے کے بعد ساتوں چور سر پر پیر رکھ کر بھاگ گئے۔

شیخ اٹھے اور بہت حسرت و یاس کے ساتھ انہوں نے جب آسمان کی طرف نظر اٹھائی تو آواز آئی "اے مغرور بندے! گھر چلا جا' ورنہ روزانہ ہم اسی طرح کھلائیں گے۔"

آسمان سے ٹوٹ گرا

یہ بات ہم سب جانتے ہیں کہ کسی چیز کے اوپر یقین کا کامل ہو جانا اس وقت ممکن ہے جب وہ چیز یا عمل جس کے بارے میں ہم نہیں جانتے کہ یہ کس طرح واقع ہوگی' بغیر کسی ارادے اختیار اور وسائل کے پوری ہوتی رہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میں کمرے میں بیٹھا ہوا قلندر بابا اولیاء کی تصنیف "لوح و قلم" کے صفحات کو دوبارہ لکھ رہا تھا۔ عصر اور مغرب کے درمیان کا وقت تھا۔ لاہور سے

کچھ مہمان آ گئے۔ عام حالات میں چونکہ تھوڑی دیر کے بعد کھانے کا وقت تھا' اس لئے ذہن میں یہ بات آئی کہ ان مہمانوں کو کھانا کھلانا چاہئے۔ یہ اس دور کا واقعہ ہے جب میں "حیرت" کے مقام میں تھا اور نہ صرف یہ کہ کھانے کا کوئی انتظام نہیں تھا' لباس بھی مختصر ہو کر ایک لنگی اور ایک بنیان رہ گیا تھا۔ یہ ایک الگ داستان ہے کہ اس لباس میں گرمی' سردی اور برسات کس طرح گزری۔ جب اللہ چاہتا ہے تو ہمت اور توفیق عطا کر دیتا ہے اور بڑی سے بڑی مشکلات اور پریشانیاں پلک جھپکتے گزر جاتی ہیں۔ میں نے سوچا کہ پڑوس میں سے پانچ روپے ادھار مانگ لئے جائیں۔ اور ان روپوں سے خورد و نوش کا انتظام کیا جائے۔ پھر خیال آیا کہ پڑوسی نے اگر پانچ روپے دینے سے انکار کر دیا تو بڑی شرمندگی ہو گی پھر خیال آیا کہ جھونپڑی والے ہوٹل سے کھانا ادھار لے لیا جائے۔ طبیعت نے اس کو بھی پسند نہیں کیا۔ یہ سوچ کر خاموش رہا کہ اللہ چاہے گا تو کھانے کا انتظام ہو جائے گا۔ میں کمرے سے باہر آیا۔ جیسے ہی دروازے سے قدم باہر نکالا' چھت سے پانچ روپے کا ایک نوٹ گرا۔ نوٹ نیا اور صاف شفاف تھا کہ زمین پر گرنے کی آواز آئی۔ فرش پر جب نیا نوٹ پڑا ہوا دیکھا تو میرے اوپر دہشت طاری ہو گئی۔ لیکن یکایک ذہن میں ایک آواز گونجی یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ میں نے وہ نوٹ اٹھا لیا اور کھانے پینے کا بافراغت انتظام ہو گیا۔

ساٹھ روپے

عید کا چاند دیکھنے کے بعد بچوں کی عیدی کے سلسلے میں فکر لاحق ہوئی اور میں اپنے ایک دوست کے پاس کچھ روپے ادھار لینے چلا گیا۔ دوست نے مجھ سے کہا کہ روپے تو میرے پاس موجود ہیں لیکن کسی کی امانت ہیں۔ طبیعت نے اس بات کو گوارہ نہ کیا کہ دوست کو امانت میں خیانت کرنے کا مجرم قرار دیا جائے۔ وہاں سے چلتا ہوا بازار میں آ گیا۔ وہاں مجھے ایک دوست ملے' بہت اچھی طرح پیش آئے اور انہوں نے پیش کش کی کہ آپ کو عید کے سلسلے میں کچھ روپے پیسے کی ضرورت ہو تو بلا تکلف لے لیں۔ لیکن میں نے ان کی اس پیش کش کو نامنظور کر دیا۔ انہوں نے کہا۔ "صاحب! میں نے آپ سے کسی زمانے میں کچھ روپے ادھار لئے تھے' وہ میں ادا کرنا چاہتا ہوں۔" اور انہوں نے میری جیب میں ساٹھ روپے ڈال دیئے۔ میں گھر چلا آیا اور ان ساٹھ روپوں سے عید کی تمام ضروریات پوری ہو گئیں۔

اس واقعے کے اندر بہت زیادہ غور طلب بات یہ ہے کہ دوست سے میں تیس روپے ادھار لینے گیا تھا اور اللہ نے مجھے اتنے پیسے دلوا دیئے جو میری ضرورت کے لئے کافی تھے۔ ظاہر ہے کہ اگر تیس روپے بطور قرض مل جاتے تو ضرورت پوری نہ ہوتی۔ میں نے صرف یہ دو واقعات گوش گزار کئے ہیں۔ اس قسم کے بے شمار واقعات میری زندگی میں پیش آتے رہے۔

گاؤں میں مرغ پلاؤ

استغناء کے ضمن میں غوث علی شاہ قلندرؒ پانی پتی اپنی تصنیف "تذکرہ غوثیہ" میں ایک دلچسپ واقعہ لکھتے ہیں کہ ـــــ

میں ایک دیہات کی مسجد میں امام تھا۔ مسجد میں ایک فقیر آ کر رک گیا۔ مغرب کے بعد میں نے اسے کھانے کے لئے بلایا تو اس فقیر نے پوچھا کھانے میں کیا ہے؟ اتفاق سے اس روز دال روٹی تھی۔ فقیر نے یہ بات سن کر دال روٹی ہے کوئی خاص توجہ نہیں دی۔ اور خاموش ہو گیا۔ میں نے دوبارہ کھانے کے لئے اصرار کیا تو بولا کہ میرا اللہ سے یہ معاہدہ ہے کہ اگر وہ مجھے مرغ پلاؤ دیتا ہے تو کھاتا ہوں ورنہ نہیں کھاتا۔ میں نے یہ سمجھ کر کہ یہ نفسیاتی مریض ہے اس کے لئے کھانا بچا کر رکھ دیا۔ برسات کا موسم تھا۔ آسمان

Click here to Reach the Contacts under Silsila Azeemia around the world

Click here to View list of Libraries under Azeemia Sufi order

پر گھٹا چھائی ہوئی تھی۔ میں اپنے حجرے میں چلا گیا۔ اور دروازہ بند کر کے سونے کے لئے لیٹ گیا۔ تھوڑی ہی دیر گزری تھی کہ موسلا دھار بارش ہونے لگی۔ اور اس موسلا دھار بارش میں کسی نے دروازے پر دستک دی۔ اٹھ کر میں نے دروازہ کھولا تو ایک صاحب سر پر بوری اوڑھے دروازے کے باہر کھڑے تھے اور ان صاحب نے ایک تھال مجھے پکڑا دیا۔ اور کہا "ملا جی! ہم نے منت مانی تھی۔ یہ مرغ پلاؤ ہے۔ برتن صبح آجائیں گے۔ میں یہ مرغ پلاؤ لے کر فقیر کے پاس گیا اور تھال اسے پکڑا دیا۔ اس نے خوب سیر ہو کر کھایا۔

مچھلی مل جائے گی؟

ایک رات کا ذکر ہے تقریباً ساڑھے گیارہ بجے رات کا وقت تھا۔ قلندر بابا اولیاءؒ نے ارشاد فرمایا مچھلی مل جائے گی؟ میں نے عرض کیا حضور! ساڑھے گیارہ بجے ہیں۔ میں کوشش کرتا ہوں۔ کسی ہوٹل میں ضرور مل جائے گی۔ قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا۔ "ہوٹل کی پکی ہوئی مچھلی میں نہیں کھاتا" میں شش و پنج میں پڑ گیا کہ اس وقت مچھلی کہاں سے ملے گی۔ اس زمانے میں ناظم آباد کی آبادی بہت ہی کم تھی۔ بہرحال میں نے اپنے دل میں یہ سوچ لیا کہ مچھلی ضرور تلاش کرنی چاہئے۔ یہ سوچ کر میں نے ٹوکری اٹھائی تو قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا کہ اب رہنے دو صبح دیکھا جائے گا۔ ایک گھنٹہ بھی نہ گزرا تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔ باہر جا کر دیکھا تو ایک صاحب ہاتھ میں ایک مچھلی لئے کھڑے ہیں۔ انہوں نے کہا۔ "میں ٹھٹھہ سے آرہا ہوں اور یہ مچھلی قلندر باباؒ کی نذر ہے۔ یہ کہتے ہی وہ صاحب رخصت ہو گئے۔